اِتباعِ رسولِ اکرم ﷺ

بصورتِ

تقلیدِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

۳ شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ / 23 جنوری 2026ء

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com/ یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Acount

JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page

JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page

JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَلَوۡ رَدُّوۡہُ اِلَی الرَّسُوۡلِ وَاِلٰۤی اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡہُمۡ لَعَلِمَہُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَہٗ مِنۡہُمۡ ۔۔۔[النساء4:83]

نبیِ کریم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو آپ ﷺ کے وُجودِ مسعود کے ذریعے ایسی برکتیں اور رحمتیں نصیب تھیں جن کا ہم تصوُّر بھی نہیں کرسکتے... ایمان اوجِ کمال پر تھا... قوّتِ یقین بے مثال تھی.. فتنوں سے حفاظت کا غیبی انتظام نرالا تھا.. جذبۂ جہاد نقطۂ عروج پر تھا.. اور خیر خواہی کا ذوق پورے جوبن پر تھا۔ غرض کہ اُن کے پاس اِس ذلیل دُنیا کی دولت تو نہیں تھی، مگر وہ کچھ تھا جو ہماری سوچ سے بھی بلند و بالا ہے۔ وِصالِ نبوی کے بعد جیسے جیسے وقت گزرتا گیا دُنیاوی دَولت بڑھتی گئی اور خیر و برکت میں کمی ہونے لگی... حتّٰی کہ آج وہ حالات ہیں جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں... اور لگتا ایسے ہے کہ بعد کا حال مزید بُرا ہو گا۔

نبیِ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب جانتے تھے اور آپ نے یہ تمام حالات اپنی زبانِ مبارک سے بیان بھی فرمائے تھے۔ آج ہم جن بے شمار فتنوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں حضورِ اقدس ﷺ نے اِن کی بھی نشان دہی فرمائی تھی اور لطف یہ کہ فتنوں کا حل بھی بتایا تھا، وہ یہ کہ مسلمان اکابر کے طریقے پر قائم اور فتنہ پروروں سے دُور رہیں۔

صدیوں پہلے اکابر نے فیصلہ کیا تھا کہ فتنہ پروروں سے بچنے کے لیے فقہ کے چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید لازم ہے... یعنی جو مسائل قرآن و سنت میں غور و فکر کر کے اخذ کرنے کی ضرورت ہے اُن میں کسی ایک امام کی تشریح کو قبول کر کے اُسے اپنے لیے حجّت سمجھنا اور اُس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ چنانچہ صدیوں سے اُمّتِ مسلمہ ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتی ہے۔

چاروں اماموں میں سب سے اعلیٰ شان حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ تقریباً ساڑھے بارہ سو سال سے دُنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت آپ کی تقلید کرتی ہے اور ہم برِّصغیر کے مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا کیا ہے کہ ہم آپ ہی کے مُقلِّد ہیں۔

بعض لوگ تقلید کو غلط کہتے ہیں، خصوصًا تقلیدِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے متعلق شکوک و شُبہات پھیلاتے ہیں؛ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر بندہ امام کی تقلید چھوڑ دے تو اُسے گمراہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

تقلید کے منکرین یہ شُبہ ڈالتے ہیں کہ ہمیں اماموں کے پیچھے چلنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنی چاہیے۔ یعنی وہ تاثّر دینا چاہتے ہیں کہ تقلید اتباعِ رسولِ کریم ﷺ کے مقابل و مخالف کوئی چیز ہے... حالانکہ تقلید ہوتی ہی سرورِ عالَم ﷺ کی صحیح انداز میں پیروی کے لیے ہے، اِس کے علاوہ تقلید کا مقصد ہی کوئی نہیں۔

ایک قول کے مطابق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ماہِ شعبان المعظّم میں ہوا ہے، اِس مناسبت سے آج کے خطبہ کا عنوان ہو گا:

"اتباعِ رسولِ اکرم ﷺ بصورتِ تقلیدِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ"، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

امامِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا سوانحی خاکہ

دُنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت کے پیشوا کا نام "نُعمان بن ثابت" ہے، دینِ حنیف کی شان دار خدمت اور بہترین وضاحت کرنے کی وجہ سے اُن کی کنیت "ابو حنیفہ" قرار پائی،[1] اللہ کریم نے اُنھیں چاروں مجتہدین میں سب سے اعلیٰ شان عطا فرمائی؛ اِس لیے اُنھیں "امامِ اعظم"، "امام الائمہ" اور "سراج الاُمّہ" کے اَلقاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

80ھ / 699ء میں عراق کے مشہور شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا جان اور والدِ ماجد کو مولَی المسلمین سیدنا علیِ مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہٗ نے برکت کی دُعا سے نوازا تھا۔

آپ نے مختلف علاقوں کا سفر کر کے متعدِد صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور دیگر تقریباً چار ہزار اکابر مشائخ سے علمِ دین حاصل کیا،[2] امام حسین کے پوتے حضرت امام محمد باقر اور اُن کے شہزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی فیض پایا۔ فقہ کے چاروں اماموں میں "تابعی" ہونے کا اِعزاز صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

دینی علوم میں کمال کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے مُتّقی و پرہیز گار بھی تھے۔ یعنی آپ علمائے کرام کے بھی امام و پیشوا ہیں اور اولیائے عظام و اہلِ کشف کے بھی سردار ہیں۔

آپ نے سب سے پہلے فقہی اُصول بنائے، ہزاروں جلیل القدر علما تیار کیے اور "فقہِ حنفی" کی صورت میں اُمّت کو لاکھوں مسائل کا حل بتایا۔ علمی مرتبہ یہ تھا کہ خلیفۂ وقت نے آپ کو قاضی القُضاۃ (Chief Justice) بنانا چاہا اور اِس کے لیے تمام ذرائع استعمال کیے، مگر آپ نے راہِ عزیمت اختیار کرتے ہوئے اِس منصب کو ٹھکرا دیا۔

بلند ترین مقام کے باوجود اپنے نمائندوں کے ذریعے تجارت کرتے تھے اور اُس کی آمدن سے اپنی ضروریات بھی پوری کرتے اور غریب طلبہ اور دیگر مستحق مسلمانوں کی مدد بھی فرماتے۔

تقوٰی و طہارت اور دینی خدمات سے بھرپور ستر سالہ زندگی گزارنے کے بعد ۱۵۰ھ / 767ء میں اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کی، ایک قول کے مطابق شعبان المعظّم میں وصالِ اقدس ہوا[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

[1] "حنیف" کا معنی ہے: باطل سے جدا۔ قال تعالیٰ: فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ [اٰلِ عمرٰن 3:95] سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا دین ہر باطل سے جدا ہے اور امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اس کی بہترین تشریح کی؛ اِس لیے آپ کو ابو حنیفہ (ہر باطل سے جدا دین والا) کہا جاتا ہے۔

[2] الخیرات الحسان فی مناقبِ الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان للهیتمی، ص:69، دار الهدٰی والرشاد

[3] رجب اور شوال کا ماہِ وصال ہونا بھی منقول ہے۔ (الخیرات الحسان) مقصود شخصیت سے استفادہ و اکتسابِ فیض ہوتا ہے، خواہ تاریخ و ماہِ وصال کوئی بھی ہو۔

تقلیدِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مفہوم

بلاشبہ قرآن وسنت پر عمل میں ہی نَجات ہے اور یہی دُنیا وآخرت میں کامیابی کا راز ہے، مگر قرآن وسنّت کو سمجھنا ہر ایک کے بَس کی بات نہیں۔ ارشاداتِ ربّانیہ وفرامینِ مصطفویہ اور اُن سے ثابت شدہ عقائد واحکام کی مختلف صورتیں ہیں:

1) کچھ نُصُوص ہمارے سمجھنے اور عمل کرنے کے لیے ہیں ہی نہیں، وہ فقط ماننے کے لیے ہیں، مثلاً مُتَشَابِہَات اور حروفِ مُقَطَّعَات۔

2) بعض دلائل کا تعلّق عقائد سے ہے اور وہ بالکل واضح ہیں، اُن میں کسی تشریح ووضاحت کی ضرورت نہیں، جیسے: بنیادی عقائد... توحید ورسالت، قضاء وتقدیر اور جنت ودوزخ وغیرہ۔

3) کچھ نصوص کا تعلق عقائد سے ہے اور وہ وضاحت طلب ہیں، اِنھیں سمجھنے کے لیے ائمہ علمِ کلام کی تشریح درکار ہوتی ہے۔

4) بعض احکام واضح طور پر ثابت ہیں اور اُن میں اجتہاد (قرآن وسنّت میں غور وفکر کرکے نتیجہ نکالنے) کی حاجت نہیں، جیسے ارکانِ اسلام کی فرضیت... اور سُود، شراب نوشی، چوری، قتل اور بے حیائی وغیرہ کی حرمت۔

5) جب کہ کچھ احکام ایسے ہیں جن سے متعلق اِستنباط (قرآن وسنّت میں غور کرکے نتیجہ نکالنے) کی ضرورت ہوتی ہے.. یا وہ احکام نَو پَیدَ ہیں (وصالِ نبوی کے بعد پیش آئے ہیں)، جیسے عبادات ومعاملات کی تفصیلات اور نئے پیش آنے والے مسائل۔

چونکہ پانچویں قسم کے احکام سے متعلق وضاحت کی ضرورت ہے تو اِن کی تشریح دو طرح سے ہو سکتی ہے:

i. ہم اپنی سوچ / فہم پر اعتماد کریں اور خود سے قرآن وسنت کی تشریح شروع کر دیں۔

ii. قرآن وسنت کے ماہرین، مثلاً امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریحات کو حجّت / معتبر (Authority) سمجھیں؛ کیونکہ وہ درجۂ اجتہاد (علمِ دین کے اعلیٰ ترین درجے) پر تھے اور اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ دین سیکھنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یا اُن کے شاگردوں (تابعین) رضی اللہ عنہم سے قرآن وحدیث کو پڑھا اور سمجھا ہے۔

یقیناً یہ دوسری صورت انتہائی محتاط بھی ہے اور فطری اُصولوں کے مطابق بھی۔

اب تقلید کا مفہوم سمجھیے! کوئی شخص اپنے اَدھورے علم اور ناقص فہم پر اعتماد کرنے کے بجائے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریحات کو اپنے لیے حجّت سمجھے اور اُن کے مطابق قرآن وسنت پر عمل کرے تو یہ "تقلیدِ امامِ اعظم" ہو گی۔

اِزالۂ وہم: تقلیدِ امام اعظم کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اُن کی کوئی نئی شریعت ہے جس پر عمل کیا جائے گا، بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ قرآن وسنت کی مراد سمجھنے اور صحیح انداز میں پیروی کے لیے بحیثیتِ شارحِ قانونِ شریعت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریحات پر اعتماد کیا جائے گا اور اُنھیں حجت سمجھا جائے گا؛ اِسی لیے قرآن وسنت کے قطعی وواضح احکام میں تقلید ہوتی ہی نہیں۔

تقلید پر دلائل

قرآن وسنّت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیرِ مجتہد پر تقلید کرنا فرض ہے، یعنی جن مسائل کو نُصُوص میں غور وفکر کر کے اخذ کرنے کی ضرورت ہے اُن میں مجتہد کی تشریح کو حجّت سمجھنا لازم ہے۔ چند نصوص پیشِ خدمت ہیں:

ماہرین کی طرف رُجوع کا حکم: اجتہادی مسائل میں اپنی رائے ٹھونسنے کے بجائے امام کی تقلید کرنے (قرآن وسنّت کے ماہرین کی تشریح کو ترجیح دینے) کا حکم یوں بھی واضح ہوتا ہے کہ خالقِ کائنات نے بات کا بتنگڑ بنانے والوں اور معاملات کو نااہلوں تک پہنچا کر فتنہ پھیلانے والوں کی مذمّت کی اور اُمور کو سُدھارنے کا سلیقہ سکھاتے ہوئے فرمایا: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ یعنی "اگر وہ اُس بات کو رسولِ کریم ﷺ اور اپنے بااختیار / اہلِ علم حضرات کی خدمت میں پیش کرتے تو اُن میں سے نتیجہ نکالنے کی صلاحیت رکھنے والے ضرور اُس کی حقیقت کو جان لیتے۔" [النساء4:83]

کتنا واضح حکم ہے کہ اپنی رائے کو ترجیح دینے کے بجائے استنباط واجتہاد (قرآن وسنت میں غور وفکر کر کے نتیجہ نکالنے) کی صلاحیت رکھنے والے حضرات کی تشریحات کو قبول کیا جائے، اِن حضرات کو مُجتہِد کہا جاتا ہے، چاروں مجتہدین میں سب سے اعلیٰ شان امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ہے اور اُن کی فقہ پر عمل کو ہی تقلیدِ امامِ اعظم کہا جاتا ہے۔

اہلِ علم سے پوچھو: اللہ عزّوجلّ نے فرمایا: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ "اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو!" [النحل16:43]

آیتِ کریمہ میں حکم ہے کہ جسے علم نہیں وہ اہلِ علم سے پوچھے! ظاہر ہے کہ ہر شخص کو دلائل کا علم نہیں، بلکہ عالم اگر اجتہاد کے درجے تک نہ پہنچا ہو تو اُس کی بھی دلائل کے حقیقی معانی تک رسائی نہیں؛ لہٰذا جو بھی غیرِ مجتہد ہے اُس پر لازم ہے کہ کسی مجتہد.... مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھے، یعنی اُن کی تشریحات کو قبول کرتے ہوئے مقلِّد بن کر قرآن وسنت پر عمل کرے۔

صحابۂ کرام اور تقلید: عہدِ نبوی میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ سرکارِ دوجہاں ﷺ اُن کے سامنے جلوہ فرما ہوتے تھے، وہ آپ ﷺ کی زیارت کر کے اور آپ سے احادیث سُن کر اتباع کرتے تھے، اگر کوئی بات خود دیکھی یا سُنی نہیں ہوتی تھی تو دیگر صحابہ سے پوچھ لیتے تھے اور راہ نمائی درکار ہوتی تو بلاواسطہ تاج دارِ ختمِ نبوّت ﷺ کے پاس حاضر ہو جاتے۔

پھر آپ ﷺ نگاہوں سے اوجھل ہوئے تو وہ اہلِ علم وفتوٰی / مجتہد صحابہ سے پوچھتے اور اُن کی رائے کو حجّت سمجھتے، تاہم اُس دَور میں یہ پابندی نہیں تھی کہ صرف فلاں صحابی سے ہی پوچھا جائے گا؛ کیونکہ اُس وقت فتنہ پرور لوگ موجود نہیں تھے۔ فتنے شروع ہوئے تو تیسری صدی ہجری میں تمام علمائے حق نے اِس بات پر اتفاق کیا کہ اب فقط چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے گی۔

ترکِ تقلید کا انجام... فرقہ پرستی وراہِ جہنم

قرآن وسنّت میں ہمیں واضح طور پر:

i. جماعت / سوادِ اعظم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور اِس پر جنّت میں اعلیٰ درجے کی بِشارت دی گئی ہے۔[1] یعنی مسلمانوں کی اکثریت کے عقائد پر استقامت اختیار کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔

ii. فرقہ پرستی سے روکا گیا ہے اور ایسا کرنے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ یعنی اکثریت کے نظریات واِجماع کو چھوڑ کر نیا راستہ اختیار کرنے اور گمراہوں / فتنہ پَروَروں کی پیروی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے۔

صدیوں سے اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت اِس بات پر متفق ہے کہ فقہ کے چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید لازم ہے اور تقلید کو چھوڑ کر خود سے قرآن وسنّت پر عمل کا دعوٰی کرنا حقیقت میں شیطانی دھوکا و گمراہی ہے۔ تقریباً 700 سال پہلے علامہ ابنِ رجب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھی: اَلرَّدُّ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ غَیْرَ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ، یعنی اُس شخص کی تردید جو فقہ کے چار ائمہ میں سے ایک کی تقلید نہیں کرتا۔

برِّصغیر کے تمام مسلمان امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرتے ہیں، بلکہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت تقریباً ساڑھے بارہ سو سال سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ پر عمل کرتی ہے۔ یہی راستہ جماعت کا راستہ ہے.. اِسی کا دوسرا نام صراطِ مستقیم ہے، جس کی سورۂ فاتحہ میں دُعا سکھائی گئی ہے اور اِسی پر چلنے میں جماعت کی پیروی ہے۔ جو بندہ تقلیدِ امامِ اعظم کا انکار کرتا ہے (تقلیدِ ائمہ کو نہیں مانتا) وہ فرقہ پرست ہے اور لوگوں کو جہنم کے راستے کی طرف بلا رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اور مسلمانوں کا متّفقہ راستہ (اجماع) چھوڑنے والے بدنصیب کو قرآنِ مجید نے یہ وعید سُنائی ہے: نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ ”ہم اُس شخص کو اُس کے حال پر (گمراہی میں) چھوڑ دیں گے اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ پلٹنے کی بہت بُری جگہ ہے۔“ [النساء 4:115]

امامِ اعظم کی تقلید مسلمانوں کے اتّحاد واتّفاق کا ذریعہ اور راہِ نجات ہے، جب کہ تقلید کا انکار انتشار وافتراق کا سبب ہے۔ سوچیے! اگر تمام حضرات امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں تو سب کا طریقۂ نماز ایک جیسا ہو.... اذان واِقامت کے کلمات، رفعِ یدین اور فاتحہ خلف الامام وغیرہ سب اختلافات ختم ہو جائیں۔ یہ جھگڑے درحقیقت ترکِ تقلید کا نتیجہ ہیں۔

---

[1] عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: اِلْزَمُوْا هٰذِهِ الطَّاعَةَ وَالْجَمَاعَةَ، فَإِنَّهٗ حَبْلُ اللهِ الَّذِیْ أَمَرَ بِهٖ [فی قوله تعالٰی: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا]۔ (رواه الإمام الحاكم فی المستدرك، رقم الحديث: 8663، وقال: حديث صحيح علی شرط الشيخين، وأقره علی ذلك الذهبی)

عَنْ سَيِّدِنَا عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوْحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ... (سنن الترمذی، رقم الحديث: 2165، حديث صحيح)

ترکِ تقلید کا انجام... اِلحـــاد وانتہا پسندی

انتہا پسندی(Extremism)کا مطلب ہے: آخری حد تک پہنچ جانا۔ انتہا پسندی فکر و نظر میں بھی ہو سکتی ہے، سیاست و ریاست میں بھی پائی جاتی ہے اور فکر و عمل میں بھی بکثرت ہے۔

فکری واعتقادی انتہا پسندی کی ایک بدترین صورت اِلحاد ہے۔ یعنی بندہ دین سے بیزار ہو جائے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کو ہی نہ مانے اور خود کو مذہب کی پابندی سے آزاد سمجھے۔

کوئی شخص اچانک انتہا پسندی / آخری حد تک نہیں پہنچتا... یہ ہمیشہ آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ دہشت گرد یک دم اتنا سخت دل نہیں ہو جاتا کہ بندے مارنے پر تیار ہو جائے، بلکہ اِس سے پہلے وہ چھوٹے چھوٹے جرائم کا عادی بنتا ہے، رفتہ رفتہ ذہن کو تیار کرتا ہے، پھر اِس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اُس کی نظر میں مسلمانوں کے خون کی کوئی اہمیت نہیں رہتی، نعوذ باللہ من ذٰلک۔

اِسی طرح کوئی شخص ایک ہی دن میں اِلحاد کی انتہا تک نہیں پہنچتا، کہ دین سے ہی بیزار ہو جائے، بلکہ پہلے ایک بات کا انکار کرنے کی جرأت کرتا ہے، پھر چند مزید باتوں کو چھوڑتا ہے اور بالآخر یہ نَوبت آن پہنچتی ہے کہ پورے دین کا انکار کر دیتا ہے۔

ائمہ کی تقلید ایسا مضبوط بَند / پُشتہ آب ہے جو فتنوں کے تمام طوفانوں کو روکتا ہے اور بندے کے دین وایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ جو شخص امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مقلِّد ہے، فتنہ پروروں کے لیے اُسے اپنے جال میں پھنسانا مشکل کام ہے؛ کیونکہ گمراہ لوگ اگر اُسے کسی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی کا غَلَط مفہوم بتائیں تو وہ کہے گا: مجھے تمہاری باتوں کی کوئی پرواہ نہیں، مَیں امامِ اعظم کی تشریحات کو قبول کرتا ہوں.... اِس کے برعکس جو شخص تقلید کا منکر ہے، خود کو فقہِ حنفی کا پابند نہیں سمجھتا، اُسے یہ خوش فہمی ہو گئی ہے کہ مَیں خود سے قرآن وسنت پر عمل کر سکتا ہوں، اِس بندے کے دل میں شیطان مَردود کوئی وسوسہ ڈالنا چاہے یا شیطان کے چیلے اُسے اپنے جال میں پھنسانا چاہیں تو اُن کا راستہ کھلا ہے؛ کیونکہ اِس شخص نے اپنی نالائقی سے فتنوں کو روکنے والا تقلید کا عظیم بند خود توڑ دیا ہے، اب اِبلیس لعین یا اُس کے نمائندے اِسے پہلے ایک مسئلے میں اُلجھائیں گے، پھر دوسرا شُبہ ڈالیں گے، پھر تیسرا اِشکال وارد کریں گے... بندہ اپنے تئیں سمجھے گا کہ مَیں قرآن وسنّت پر عمل کر رہا ہوں، مگر حقیقت میں شیطان کا کھلونا بن چکا ہو گا۔ ایک دن آئے گا کہ یہ بندہ بزرگانِ دین کے بارے میں کہے گا: مَیں کسی بابے کی نہیں مانتا... فقہی مسائل میں اُلجھتے اُلجھتے ایک وقت آئے گا کہ بندہ بنیادی عقائد میں بھی مَن مانی کرے گا اور عین ممکن ہے کہ بالآخر معاذ اللہ دین سے بیزار ہو کر اِلحاد کا شکار ہو جائے۔

کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو پہلے صحیح العقیدہ سچے مسلمان تھے، پھر مُلحِد / بے دین ہو گئے... یا عقیدۂ ختمِ نبوّت کا انکار کر بیٹھے... یا منکرینِ حدیث (جو رسولِ کریم ﷺ کے ارشادات کو حجّت نہیں مانتے) کے ہاتھ چڑھ گئے... یا لبرل ازم(Liberalism)تک جا پہنچے.. اگر یہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلّد رہتے اور بزرگانِ دین کا راستہ نہ چھوڑتے تو کبھی بھی تباہی کی اِس حد تک نہ پہنچتے۔

تقلید کا فائدہ... جواب دہی میں آسانی

قرآن وسنّت کی تشریح کوئی کھیل نہیں، بلکہ اتنی بڑی ذمّہ داری ہے کہ اِس میں کوتاہی برتنے اور مَن مانی تشریح کرنے پر جہنّم کی وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جانِ عالَم ﷺ نے فرمایا: فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ یعنی "جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے وہ جہنم کا حق دار ہے اور جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے وہ جہنم کا مستحق ہے۔" (جامع ترمذی، حدیث: 2951)

بندہ قرآن وسنّت سے متعلق جو بھی بات کرے، اُس کے حوالے سے پوچھا جائے گا اور غلط بات کرنے پر سزا بھگتنا ہوگی۔

یارِ غار ومزار سیدنا ابو بکر صدیق اور پیکرِ اخلاص ووَفا سیدنا فاروقِ اعظم سمیت اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قلیل تعداد میں احادیثِ مبارکہ مروی ہیں، حالانکہ اُنھوں نے سیدِ عالَم ﷺ کا سب سے زیادہ قُرب پایا تھا اور وہ سب سے بڑھ کر احادیثِ کریمہ کے حافظ تھے؛ وجہ صرف یہی تھی کہ اُن پر تعظیم کا غلبہ تھا اور وہ ربِّ ذوالجلال سے ڈرتے تھے کہ کہیں ہم اُس کے حبیب ﷺ کی طرف کسی ایسے لفظ یا مفہوم کی نسبت نہ کر بیٹھیں جو حضور کی زبانِ پاک سے ادا نہیں ہوا۔

یہ بات سمجھنے کے بعد اب غور کیجیے کہ تقلید کا کیا فائدہ ہے!

i. ایک شخص امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلِّد ہے اور آپ کی فقہ پر عمل کرتا ہے۔ روزِ قیامت اگر اُس سے سوال ہو کہ تم امام کی اقتدا میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کیوں نہیں کرتے تھے؟ وہ بہت آسانی سے جواب دے گا کہ مجھ میں خود سے دلائل کو پرکھنے کی طاقت نہیں تھی؛ اِس لیے مَیں امامِ اعظم کی تشریح پر عمل کرتا تھا اور اُنھوں نے قرآن وسنّت کی روشنی میں یہ بتایا تھا کہ باجماعت نماز پڑھیں تو تلاوت کے وقت خاموشی لازم ہے؛ اِس لیے مَیں نہیں پڑھتا تھا... اِس جواب کے بعد وہ شخص بری الذمّہ ہو جائے گا۔

ii. دوسرے بندے کو محدِّث ہونے کا وہم ہو گیا اور وہ کسی امام کی تقلید نہیں کرتا۔ حشر کے دن اگر اُس سے پوچھا جائے: تم امام کے پیچھے تلاوت کیوں کرتے تھے؟ کہے گا: مَیں نے حدیثِ پاک پڑھی تھی: "سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بغیر نماز (مکمل) نہیں۔" اُس سے کہا جائے گا: یہ ارشاد تو امام اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے ہے، نبیِ کریم ﷺ نے یہ بھی تو فرمایا تھا (مفہوم): "جو باجماعت نماز پڑھے تو امام کی تلاوت ہی اُس کی تلاوت ہے۔"[1] پھر تم نے تلاوت کیوں کی؟ یہ بندہ لاجواب ہو جائے گا اور اب تمنّا کرے گا کہ کاش! مَیں امامِ اعظم (یا کسی اور مجتہد) کا مقلد ہوتا اور اپنی مَن مانی نہ کرتا تو آج آسانی ہوتی۔

---

[1] عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ۔ (سنن ابن ماجه: 850۔ مسند احمد: 14643، ورواه الإمام بسنده)

حرفِ آخر: تقلید کی تاکیدِ اکید

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ ربِّ کریم کی عطا سے غیب جانتے بھی ہیں اور بتاتے بھی ہیں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔ "اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔" [التکویر 24:81]

نبیِ غیب داں ﷺ نے یہ بھی بتایا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فتنے بڑھتے جائیں گے اور یہ راہ نمائی بھی فرمائی تھی کہ اُن فتنوں سے بچنے کا طریقہ کیا ہو گا۔ ارشاداتِ مصطفویہ کے مطابق اکابر کے راستے پر استقامت اختیار کرنا / جماعت، یعنی اُمّت کی اکثریت کے نظریات پر قائم رہنا ہی فتنوں سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔

عصرِ حاضر کا ایک بڑا فتنہ تقلید کا انکار بھی ہے۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ماہِ وصال کی مناسبت سے آج کے خطبہ میں "اتباعِ رسولِ اکرم ﷺ بصورتِ تقلیدِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ" کے عنوان پر کچھ باتوں کا ذکر ہوا۔ چند اہم نکات یہ ہیں:

1) تقلید کا آسان الفاظ میں مفہوم یہ ہے کہ جو احکام قرآن و سنت سے قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں، بلکہ اُن میں اجتہاد (دلائل میں غور و فکر کر کے نتیجہ نکالنے) کی ضرورت ہے، اُن مسائل میں مجتہد (دینی علوم کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز شخصیت) کی تشریح کو اپنے لیے حجّت (Authority) سمجھنا اور اُس کے مطابق قرآن و سنت پر عمل کرنا۔

2) تقلید سرورِ عالَم ﷺ کی صحیح انداز میں پیروی کے لیے ہی ہوتی ہے؛ کیونکہ خود سے آیات و احادیث کی تشریح کرنا ہمارے بَس میں نہیں، چنانچہ ہم ایسی شخصیت کی تشریح پر عمل کرتے ہیں جو علمِ دین کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہے۔

3) کئی آیاتِ کریمہ اور متعدّد احادیثِ طیّبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مجتہد پر تقلید کرنا لازم ہے۔

4) وصالِ نبوی کے بعد صحابۂ کرام بھی اپنے درمیان موجود مجتہد حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید کرتے تھے۔ پھر فتنے شروع ہوئے تو اکابر نے فیصلہ کیا کہ اب عوام کے لیے فتنہ پروروں سے بچنا مشکل ہے؛ لہٰذا فقط چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ہو گی:

   i. امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (م:150ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
   ii. امام مالک بن انَس اَصبحی (م:179ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ۔
   iii. امام محمد بن ادریس شافعی (م:204) رحمہ اللہ تعالیٰ۔
   iv. امام احمد بن حنبل شَیبانی (م:241ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ۔

   چنانچہ صدیوں سے اُمّتِ مسلمہ اِن چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتی چلی آ رہی ہے۔

5) چاروں مجتہدین میں سب سے اعلیٰ شان حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے؛ اِسی لیے تو آپ کو "امامِ اعظم" کہا جاتا ہے۔ رحمتِ الٰہی سے ہم امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی مقلِّد ہیں۔

6) تقلید کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ بندے کے لیے روزِ قیامت جواب دینے میں آسانی ہو گی۔ مثلاً اُس سے پوچھا جائے کہ تم رکوع میں جانے سے پہلے رفع یدین کیوں نہیں کرتے تھے؟ تو وہ فقط اتنا کہہ دینے پر ہی بری الذمّہ ہو جائے گا کہ ”مَیں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتا تھا اور اُن کی تشریح کے مطابق رکوع میں جانے سے پہلے رفع یدین سنّت نہیں ہے۔“

7) تقلید کو چھوڑنا اجماعِ اُمّت کی مخالفت اور گمراہی ہے، جس پر جہنم کی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

8) ائمہ فقہ / بزرگانِ دین کا دامن چھوڑنے والے بندے کو شیطان اور اُس کے چیلے بآسانی اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں؛ کیونکہ ایسا شخص اِس خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے کہ مَیں خود قرآن وسنّت کو سمجھ سکتا ہوں... وہ کسی بڑے کی تشریحات کو اپنے لیے حجّت نہیں جانتا.. بلکہ بعض بدنصیب تو یوں کہتے ہیں: ”ہم کسی بابے کی نہیں مانتے“..... اب اگر ابلیس لعین اِسے قرآن وسنّت سے متعلق وسوسے میں مبتلا کرنا چاہے یا ابلیس کا کام کرنے والے انسان اِسے بہکانا چاہیں تو کوئی رُکاوٹ نہیں ہوتی؛ اِسی لیے بہت سے آزاد فکر بالآخر اِلحاد کا شکار ہو کر بے دین ہو جاتے ہیں۔ یعنی بندہ بزرگوں سے زیادہ سمجھ دار بننے کی کوشش میں بالآخر دین سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

9) جو لوگ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید چھوڑ کر اپنی نئی تحقیقات پیش کرتے ہیں... امامِ اعظم کی علمی شان وشوکت کے سامنے اُن کا علمی قد کاٹھ دیکھ کر ایک محاورہ زبان پر آتا ہے: ”یہ مُنھ اور مَسور کی دال!“۔ یہ رویہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے میڈیکل کا طالبِ علم عالمی سطح پر تسلیم شدہ تحقیق کو ردّ کر کے اپنی نئی ریسرچ قبول کرنے کی دعوت دے یا سائنس پڑھنے والا بچہ صدیوں سے تجربہ شدہ اُصول کو مسترد کر دے اور اپنا شوشا تسلیم کروانے کی کوشش کرے۔

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ نے تقلید کے ایک منکر سے فرمایا: تم نے قراءت خلف الامام، آمین بالجہر اور رفعِ یدین سے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ حق ہے یا نہیں؟ اُس کی پیروی ہمارے لیے ضروری ہے یا نہیں؟ وہ خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا: قرآن وحدیث سے جو کچھ تم نے سمجھا ہے اگر وہ برحق ہے اور دوسروں پر اُس کی پیروی لازم ہے تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہاری تقلید ہم پر لازم ہے، مگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی کی تقلید ہم پر حرام ہے۔ اِس استدلال پر وہ ایسے خاموش ہو گیا جیسے منہ میں زبان ہی نہ ہو۔ (فوز المقال، ج:9، ص:144، ملخصًا)

شرعی مسئلہ: شعبان المعظّم میں روزے رکھنا سنت ہے۔ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ شعبان المعظّم کے روزے رکھا کرتے تھے۔[1] اگر کسی شخص کے ذمّے رمضان المبارک کی قضا یا کوئی اور واجبی روزہ باقی ہو تو اُس کا اہتمام سب سے زیادہ ضروری ہے، ورنہ نفلی روزے رکھنا بھی سعادت ہی سعادت ہے۔

---

[1] اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ۔ یعنی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ (نفلی) روزے شعبان میں رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورا مہینہ روزے رکھتے۔ (صحیح بخاری، حدیث:1970)

اللہ تعالیٰ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اور دوسرے ائمہ فقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درجات میں بے پناہ بلندیاں عطا فرمائے اور ہمیں آپ کی تقلید کرتے ہوئے دینِ متین پر استقامت کے ساتھ عمل کی توفیق سے نوازے!

قادرِ مطلق اہلِ غـــزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اوراسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی وبیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!